حقیقی ایمان کا نتیجہ، ترقیات

(فرمودہ ۱۸- اپریل ۱۹۳۳ء)

۱۸- اپریل ۱۹۳۳ء بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جناب مرزا محمود بیگ صاحب گوجرہ کی لڑکی ناصرہ بیگم کا نکاح سید کرم شاہ صاحب کے ساتھ پڑھا۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسان اپنے تمام کاموں میں اس بات کو ملحوظ رکھتا ہے کہ اسے کامیابی حاصل ہو اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جائز ذرائع سے انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو تو ناجائز ذرائع اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ کسی نہ کسی طرح ان کو اپنا مقصد حاصل ہو جائے۔ اسلام نے اس انسانی خواہش کو بھی باقی خواہشات کی طرح کنٹرول کیا ہے یعنی حد بندی میں مقید کیا ہے برخلاف دوسرے مذاہب کے جو کہتے ہیں کہ انسان کے لئے دنیوی ترقی اور دنیوی آرام و آسائش کی ضرورت نہیں بلکہ اسے دکھ اور تکلیف میں رہنا چاہئے۔ اسلام نے اس کو رد کیا ہے اور یہ بات تسلیم کی ہے کہ دنیوی نعمتیں بھی خدا کا فضل ہیں اور ان کا حصول نیکی کے منافی نہیں ہے لیکن دوسری طرف اسلام نے یہ بھی قرار دے دیا ہے کہ کامیابی وہ نہیں جسے کوئی انسان اپنے محدود اور ناقص علم سے تجویز کرتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے بہت سی حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان انہیں کامیابی سمجھتا ہے لیکن دراصل وہ کامیابی نہیں بلکہ ناکامی اور تنزل ہوتا ہے۔ اصل کامیابی اسی چیز میں ہوتی ہے جو انجام میں اچھی ہوتی ہے درمیانی اور عاجل کامیابی حقیقی کامیابی نہیں ہوتی۔ اسی حد بندی کے بعد اسلام کہتا ہے اگر یہ بات تم اچھی طرح سمجھ لو اور اپنے اندر یہ اصلاح پیدا

کرلو تو پھر ہمارا ذمہ ہے کہ ہم سچے مؤمن کو اس کے مقصد میں کامیاب کریں۔ اگر کوئی کامیابی کے معنے درمیانی اور عارضی خوشیاں سمجھتا ہے تو یہ چونکہ کامیابی نہیں اس لئے اس میں ہم اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ جس طرح ایک ہوشیار اور عقلمند دوست نقصان رساں طریق عمل سے اپنے دوست کو روکتا ہے اور اگر وہ نہ رُکے تو خود اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کہتا ہے ایسی خواہشات جن کے پورا ہونے میں وقتی طور پر لذت پائی جائے لیکن اس کا انجام اچھا نہ ہو ان میں تمہارا ساتھ ہم نہیں دے سکتے ہاں اگر حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو دائمی خوشی پانے کی خواہش رکھتے ہو اور درمیانی حالتوں کو مقصد قرار نہیں دیتے تو اس کی نہ صرف ہم اجازت دیتے ہیں بلکہ ذمہ لیتے ہیں کہ ضرور کامیاب کردیں گے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے کہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا [1] فوز کہتے ہیں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کو۔ اس آیت میں وہ دونوں باتیں بتائی گئی ہیں جو کامیابی کے لئے ضروری ہیں مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ میں فرمایا تمہارے مقاصد ایسے نہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے مقاصد کے خلاف ہوں۔ اگر ان کے مطابق ہوں تو پھر ہم تمہیں اس بات سے روکتے نہیں کہ دنیا کی خوشیاں حاصل کرو بلکہ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ ہم ذمہ داری لیتے ہیں کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے اور کامیابی بھی معمولی نہیں بلکہ عظیم الشان کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ اسلام کا دیگر مذاہب سے فرق ہے۔

بعض مذاہب نے تو یہ کہا ہے کہ انسانی خواہشات بغیر حد بندی کے انسان کا مقصود ہیں مگر اسلام نے کہا یہ نہیں۔ انسانی خواہشات حد بندی کے اندر اندر ہی اچھی ہیں اور ان کے لئے حد بندی یہ ہے کہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وہ خواہشات جو اللہ اور اس کے رسول کے منشاء کے ماتحت ہوں وہ اچھی ہیں۔ پھر بعض مذاہب نے کہا ہے انسانی خواہشات کو مارنا، دکھ اور تکلیف اٹھانا، بُرا اور خراب کھانا کھانا انسانی کمال ہے اسلام کہتا ہے یہ بھی نہیں۔ جو حد بندی ہم نے کی ہے اس کے اندر رہ کر انسانی خواہشات کو پورا کرنا اور ان کو نہ دبانا ہی کمال ہے۔ ایسا کرنے سے علوّ ہمت حاصل ہوگی اور اس میں ہماری مدد شامل ہوگی۔ اسلام نے یہ بات کس شان اور کتنی وضاحت کے ساتھ پایہ ثبوت تک پہنچائی۔ اس وقت دیکھو جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ کے آنے سے مسلمانوں کی ہمتیں کس قدر بڑھ گئیں اور ان کے ارادے کس قدر بلند ہوگئے ابتدائی حالات میں مسلمان کیا سمجھتے ہوں گے کہ انہیں دنیا میں کیا تغیر پیدا کرنا ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہ اپنے ملک میں ایسا انتظام کرنا ہے جو امن قائم کرنے والا ہو۔ یہ بھی بڑے بڑے لوگوں کے خیالات ہوں گے عام لوگوں کو یہ بھی خیال نہ آتا ہوگا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس وجہ سے وسعت دی کہ وہ اس کی منشاء کے مطابق کام کرنے والے تھے اس وقت ان کی نظر شام اور مصر تک پہنچی۔ اس وقت وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں گے کہ سپین اور چین کیا چیز ہیں اور کہاں واقع ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے کسی کے دل میں تجارت کی خواہش پیدا کی کوئی سفر کرتا ہوا دوسرے ممالک میں پہنچ گیا اور پھر ایسے مسلمان وہیں آباد ہوگئے اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ دنیا کا کوئی براعظم ایسا نہیں جہاں مسلمان نہ پہنچے ہوں۔

تازہ تحقیق سے تو یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ امریکہ میں مسلمان حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پہنچے اور پھر بحری آمد و رفت کے ذرائع میں نقص کی وجہ سے وہ دوسرے مسلمانوں سے تعلقات نہ رکھ سکے اور منقطع ہوگئے۔ بہرحال وہاں پرانی مساجد کے جو انگریزوں کے وہاں جانے سے پہلے کی ہیں نشانات ملے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ مسلمان امریکہ میں بھی گئے۔

غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمن کے لئے اس قدر ترقیات ہوتی ہیں کہ وہ ان کو اپنے خیال میں بھی نہیں لاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیوی نعمتوں کو بھی جنت قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔ [۲] مؤمن کے لئے دو جنت ہیں ایک اس زندگی میں اور ایک دوسری زندگی میں اور جنت کے متعلق رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں : لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ [۳] کہ ان کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا نقشہ آیا اس لئے وہ جنت جو دنیا میں ہے اس میں بھی اس مشابہت کا پایا جانا ضروری ہے یعنی مؤمن کا جو ارادہ اور خواہش ہو اس سے بہت بڑھ کر اسے حاصل ہو اور وہ اس قدر ہو جسے نہ پہلے اس کی آنکھوں نے دیکھا نہ اس کے کانوں نے سنا اور نہ اس کے دل میں اس کا خیال آیا ہو اسی صورت میں وہ جنت کے مشابہہ ہوسکتی ہے ایسی ترقیات کا ملنا حقیقی ایمان کے نتیجہ میں ضروری ہے۔

یہ ترقیات کس طرح ملیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہیں اور اس قسم کے قوی وعدے جو مؤمنوں کے متعلق پورے کئے جاتے ہیں ان کی بنیاد دل کی ان کیفیتوں پر ہوتی ہے جن سے انسان خود بھی آگاہ نہیں ہوتے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق فرمایا

ہے ان کا درجہ نمازوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے دل میں ہے[3] تو خدا تعالیٰ کا معاملہ دل کی کیفیت سے ہوتا ہے۔ مؤمن کو چاہیئے کہ ہر کام میں وہ خدا اور اس کے رسول کے منشاء کو ملحوظ رکھے تاکہ خدا تعالیٰ کی نصرت اسے حاصل ہو۔

(الفضل ۲۵۔ اپریل ۱۹۳۳ء صفحہ ۵، ۶)

۱؎ الاحزاب : ۷۲

۲؎ الرحمٰن : ۶۳

۳؎ بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی صفة الجنة وانھا مخلوقة